حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ کی روشنی میں مربی اساتذہ کی خصوصیات کا ماڈل

The Mentor Teachers Efficiencies Model
(In the light of Hazrat Musa & Khazir's[A.S] Event)

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Muhammad Kumail Badami,
Ph.D. (Education) Research Scholar, Mustafa International University, Qum.
E-mail: kumail.badami18@gmail.com

Abstract:
The purpose of this paper is to explore a modal of teachers training so that the selection of the qualified mentor teachers may be possible. The article also aims at demonstration of how teachers can increase their capacity in the right direction.
So, descriptive and inferential methods have been used in this paper following the event of Hazrat Musa (a.s) and Hazrat Khidr (a.s) in Holy Quran. In this event, the Qur'an has listed three essential characteristics of a teacher, namely: Subservience, Broad mind (*Sharh al-Sadr*) and specific knowledge. Then three characteristics of worship are described as: Submission, Thankfulness and the Worship. Each characteristic is described in details. As the worship depends upon these three characteristics, it has been given more attention.
Based on this research of mentor teachers, mentor teachers can focus on their skills and at the same time the educational institution and teachers can make it possible to select mentor teachers based on the right criteria.

Keywords: Mentor, Teachers, Training, Modal, Musa, Khazir (a.s)

خلاصہ

اس تحریر کا مقصد تربیت اساتذہ کا ایک ایسا ماڈل دریافت کرنا ہے جس کی بنیاد پر درست مربی اساتذہ کا انتخاب ممکن ہو اور مربی اساتذہ اپنی صلاحیت میں صحیح سمت میں اضافہ کر سکیں۔ اس مقالہ میں روش توصیفی اور استنباطی سے استفادہ کیا ہے۔ اس مقالہ میں مرکزی توجہ حضرت موسیٰؑ اور خضر کے واقعہ پر دی گئی ہے جس میں قرآن نے مربی اساتذہ کی خصوصیات کو تین ارکان میں شمار کیا ہے: عبودیت، شرح صدر اور خاص علم۔ پھر عبودیت کی تین خصوصیات بیان کی ہیں: مملوکیت، شکر گزاری اور نماز گزاری۔ اس مقالہ میں ان خصوصیات کو فرداً فرداً اجاگر کیا گیا ہے۔ اس تحقیق کی بنا پر مربی اساتذہ اپنی صلاحیتوں پر خصوصی توجہ دے سکتے ہیں اور ساتھ ہی تعلیمی ادارہ اور اساتذہ بھی درست معیارات پر مربی اساتذہ کا انتخاب ممکن بنا سکتے ہیں۔

کلیدی کلمات: مربی، اساتذہ، تربیت، موسیٰ، خضر، ماڈل۔

موضوع کا تعارف اور بنیادی اصطلاحات کی تعریف

1. 'تعلیم' سے مراد تعلیم و تربیت دونوں معنوں میں مستعمل ہیں۔
2. 'مربی اساتذہ' سے مراد وہ تعلیمی عمل ہے جس میں تربیت اساتذہ کے لئے تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دے۔
3. 'اساتذہ' سے مراد وہ شاگرد ہیں جو مربی اساتذہ سے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔
4. 'تربیت اساتذہ' سے مراد تعلیمی عمل ہے جو خصوصاً اساتذہ کے لئے فراہم کیا جاتا ہے۔

محدودیت

اس مقالہ کی دو محدودیت ہیں:

۱۔ تربیت اساتذہ کا ماڈل صرف موسی و خضرؑ کے واقعہ کے ذیل میں جو آیات ہیں اس کی روشنی میں تشکیل کیا گیا ہے۔

۲۔ اس مقالہ میں صرف تحلیلی توصیفی و استنباطی روش سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مسئلہ

آج تعلیمی اداروں کا سب سے بڑا مسئلہ غیر معیاری استاد ہے۔ تعلیمی ادارے کی کوشش ہوتی ہے کہ قابل سے قابل استاد کا انتخاب کریں اور اپنے بنائے ہوئے معیارات کی بنا پر۔ چاہیے وہ معیارات علمی ہو یا غیر علمی مکتوب شکل میں ہوں یا غیر مکتوبی، تعلیمی ادارے مختلف زاویوں سے استاد کا امتحان لیتے ہیں یا دوسروں کی رائے پر۔ جب ہم اپنے بنائے ہوئے معیارات کی بنا پر استاد کا انتخاب کرتے ہیں پھر ساتھ خواہش بھی کرتے ہیں کہ وہ اساتذہ کی علمی اور غیر علمی تعلیم و تربیت کرے جو ایک غیر حقیقی توقع ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ بری مشکل مربی اساتذہ کی

ہے جس کا کام اساتذہ کی تربیت کرنا ہے۔ اگر مربی اساتذہ کا انتخاب درست معیارات پر ہو تو اساتذہ کے نادرست انتخاب میں بہتری آنے کی قوی امکانات ہیں۔ حتی اگر اساتذہ کا انتخاب درست معیارات پر بھی ہو تو ایسے مربی اساتذہ کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی استعداد کی شناخت پر اس کی تعلیم وتربیت کرے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آج کل مربی اساتذہ بھی مطلوب خصوصیات کا علم نہیں ہوتا کہ اس کو کیسا ہونا چاہیے؟ یعنی ایک مربی اساتذہ بھی ناآشنا ہوتا ہے کہ اس کی خصوصیات کیا ہونی چاہی کہ وہ اساتذہ کی مطلوب تعلیم فراہم کرسکے۔ معاشرہ جس ڈگر پر چل رہا ہوتا ہے وہ بھی اسی پر چل نکلتا ہے جب کہ مربی اساتذہ کی ذمہ داری معاشرے کی علمی اور عملی بنیادی رکھنی تھی۔ اپنی آپ کو ایسے حال کے لئے معاشرے تیار کرتا ہے جب کہ اس کو مستقبل کے معاشرے کے لئے تیار کرنا چاہیے تھا۔

فائدہ

مولف کی کوشش ہے کہ اس مقالہ سے نظام تعلیم وتربیت علمی اور عملی ضرورت پوری کی جاسکے۔ اس مقالہ سے تین گروہ مستفید ہو سکتے ہیں، ا۔ مربی اساتذہ، ۲۔ تعلیمی ادارے اور ۳۔ اساتذہ۔

اس مقالہ کی بدولت مربی اساتذہ استفادہ کرسکتے ہیں کہ وہ اپنی رشد کے لئے کن خصوصیات کی ضرورت ہے اور وہ کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ دوسری طرف تعلیمی اداروں اور اساتذہ کو درست مربی اساتذہ کے انتخاب کے لئے یہ تحقیق مفید ثابت ہوگی انشاء اللہ۔

تحقیق کا طریقہ کار

اس مقالہ میں توصیفی اور استنباطی طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے۔ اس تحقیق میں قرآن کی آیات کو دوسری آیات کی روشنی میں بروکار لایا گیا ہے البتہ روایات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے لیکن اس حد تک کہ قرآنی مفہوم کی تشریح میسر ہوسکے۔

مقدمہ

اسلامی نظام تعلیم و تربیت میں استاد ایک پروفیشنل کی حیثیت سے نہیں کام کرتا جو معاشرے کی مختلف شغلوں careers میں سے ایک شغل ہے بلکہ وہ ایک الہی فریضہ؛ هُوَالَّذِی بَعَثَ فِی الْأُمِّیِّنَ رَسُولا (2:62) ترجمہ: "جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھیجا۔ جس کو انجام دینے کی عظیم ذمہ داری کو اپنے کاندھوں پر اٹھاتا ہے۔ نظام تعلیم وتربیت میں استاد اہم خصوصی اہمیت کا حامل ہے لیکن جدید افکار جیسے مابعد جدیدیت modernism کے مکتب school of thought کے آنے کے بعد استاد کا وہ مقام نہیں رہا۔ حتی جدیدیت modernism کے مکتب میں استاد کا پھر بھی ایک خاص مقام کا حامل تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

جدیدیت اس نظریہ کا قائل تھا کہ کائنات میں حقیقت وجود رکھتی ہے (اور اس حقیقت صرف سائنس کے ذریعہ ہی کشف کر سکتے ہیں) اور استاد شاگردوں کو اس حقیقت کو سمجھانے اور اس تک پہنچانے میں مدد کرتا ہے لیکن چونکہ مابعد جدیدیت سرے سے دنیا میں کسی ثابت حقیقت کے وجود کا قائل ہی نہیں ہے (وینٹر، ۲۰۰۳) لہذا، انسان حقیقت خود بناتا ہے اس بنابر نظریہ نسبیّت استاد کو فقط ایک معاون facilitator کی سی اہمیت دیتا ہے تاکہ شاگرد خود اپنے معاشرے سے حقیقت کو ایجاد میں لانے کے لئے مدد کر سکے۔

جبکہ قرآن کی نگاہ میں استاد کا عنوان ایک معاون نہیں کہ جو شاگرد کی فقط معاونت کرے تاکہ وہ حقیقت کو ایجاد کرے بلکہ استاد کا ان حقائق جو دنیا میں موجود ہیں ان کو شاگرد کے لئے عملی طور پر زندگی کے حوادث کی روشنی میں شاگرد تک پہنچانا ہوتا ہے جیسے کہ واقع موسی و خضر ؑ میں دیکھنے میں آتا ہے۔ کیونکہ قرآن کی نگاہ میں زمین اور آسمانوں؛ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللهَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ بِالحَق (19:14) کی خلقت حق بر مبنی ہے بلکہ تمام مخلوقات؛ مَا خَلَقَ اللهُ ذَالِكَ إِلَّا بِالْحَق (10:5) کو کسی استثناء کے سوائے حق کے کسی اور بنیاد پر خلق کیا ہی نہیں ہے یعنی کائنات میں ایک نظم اور حکمت پر تخلیق کیا ہے[1]۔ حق کی ضد باطل ہے[2] اس سے ہمیں سمجھ آتا ہے کہ مابعد جدیدیت کی بنیاد پر نسبیت پر ہے جو کہ باطل ہے جبکہ سورہ ابراہیم کی ۱۹ آیت کے آغاز میں "الم تر" کا سوال قاطعی اور حتمی ہونے[3] کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔

اس حقیقت کو قرآن نے جسے حق سے تعبیر کیا ہے اللہ نے اس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے رسول بھیجے ہیں اور بعثت رسول خدا ﷺ کا ہدف تلاوتِ آیات، تزکیہِ نفس اور تعلیمِ کتاب و حکمت ہے؛ يَتْلُواْ عَلَيهِمْ ءَايَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الحِكْمَة (62:2)۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انبیاء غیر خدا کے ذریعہ بھی کسب علم کرتے ہیں یا نہیں؟ جواب مثبت ہے جیسے کہ موسیٰ ع اور خضر ؑ کے واقع میں ہوا۔

حضرت موسیٰ و خضر ؑ کے واقعہ کو مختلف زاویہ یہ تحلیل کیا گیا ہے مثلا تربیتی[4] اور عرفانی[5]۔ اس مقالہ میں مولف کا ہدف اس واقعہ کو تربیتی نگاہ سے تحلیل کرنا ہے۔ عام طور پر اس موضوع کو جب تربیتی نگاہ سے لکھا جاتا ہے تو اس کو استاد شاگردی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس میں آداب شاگردی[6] پر قلم اٹھایا جاتا ہے۔ اس مقالہ میں ہم تربیتی نگاہ کے ذیل میں تربیت کے ایک خاص شعبہ تربیت اساتذہ کو مورد بحث قرار دیا ہے۔

مولف نے اس واقعہ کو تربیت اساتذہ کے عنوان سے تحلیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر دیکھا جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک صاحب شریعت اولول العزم پیغبر ہیں لیکن وہ جناب خضر ؑ کے سامنے علم سیکھنے کے لئے طویل سفر طے کرتے ہیں جن کے پاس خدا کی طرف سے خاص علم مِن لَّدُنَّا عِلْمًا (18: 65) حاصل ہے۔ یہاں

حضرت موسیٰ ع ایک استاد کی حیثیت سے ایک مربی اساتذہ جناب خضر ع کے پاس آتے ہیں۔اس نگاہ سے اس واقعہ کی تحلیل کرنے سے ہم اس آیت کے سامنے ایک تحقیقی سوال پیش کر سکتے ہیں۔

اس واقع کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ ع جب اپنے ساتھی کے ساتھ واپس لوٹتے ہیں جہاں مچھلی کباب بن گئی تھی اور پھر زندہ ہو کر دریا میں اپنا راستہ بنا کر تیرتی ہوئی چلی گئی اسی جگہ حضرت خضر علیہ السّلام کی ملاقات ہوتی ہے[7]۔اس کے فوراً بعد قرآن سورہ کہف آیت ۶۵ میں خضر علیہ السلام کی خصوصیت کو کچھ اس طرح بیان کرتا ہے: "فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ اٰتَیۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَ عَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا" ترجمہ: "تو اس جگہ پر ہمارے بندوں میں سے ایک ایسے بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت عطا کی تھی اور اپنے خاص علم میں سے ایک خاص علم کی تعلیم دی تھی"۔(65:18)

اس تحقیق کی توجہ اس مذکورہ آیت مجیدہ پر مرکوز کرکے انجام دی گئی ہے جس میں حضرت خضر ع کی خصوصیت کو بیان کیا گیا ہے۔اس آیت کریمہ میں مندرجہ ذیل تین خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے: ۱۔عَبۡدًا ، ۲۔ دلَّدُنَّا، ۳۔ عِلۡمًا۔ مذکور بالا خصوصیات کی نظر میں مندرجہ ذیل بنیادی سوالات تشکیل پا سکتے ہیں۔

بنیادی سوالات

اس تحقیق زیر نظر ایک بنیادی سوال ہے اور ایک ذیلی سوال ہے

1. مربی اساتذہ کو کن خصوصیت کا حامل ہونا چاہئیے؟
2. مربی اساتذہ کی ذیلی خصوصیات کون سی ہیں، ان کی تعریف اور یہ کیسے حاصل ہوتی ہے؟

۱۔ عبودیت

پہلی آیت جس میں جناب موسیٰ اور خضر ع کی ملاقات ہوئی وہ مندرجہ ذیل تھی:

"فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ اٰتَیۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَ عَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا" (65:18) ترجمہ: "تو اس جگہ پر ہمارے بندوں میں سے ایک ایسے بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت عطا کی تھی اور اپنے خاص علم میں سے ایک خاص علم کی تعلیم دی تھی۔"

اس آیت میں جس پہلی خصوصیت کو بیان فرمایا ہے وہ ہے عبودیت کی۔یعنی مربی اساتذہ کو عبودیت کے مقام پر فائز ہونا چاہیے "عَبۡداً مِنۡ عِبادِنا" (65:18) بلکہ مربی اساتذہ کا سب سے بڑا افتخار خدا کی بندگی ہونا چاہئے[8]۔ قرآن نے اس خصوصیت کو افتخار کے طور پر متعارف کرایا ہے "لَنۡ یَسۡتَنۡکِفَ الۡمَسِیحُ أَنۡ یَکُونَ عَبۡداً لِلّٰه (176:4) ترجمہ: "بلکہ واحد عنوان خضر کو مربی اساتذہ کی حیثیت سے دیا ہے وہ "عَبۡداً" ہے[9] یعنی عنوان عبد

مربی اساتذہ مترادف کے طور پر ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ کسی مربی اساتذہ کو اپنے اساتید کی تربیت کے لئے اپنے تعلیمی ادارہ میں دعوت دیں تو سب سے پہلی خصوصیت جو ہمیں اس شخصیت میں دیکھنی چاہیے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے یا نہیں۔

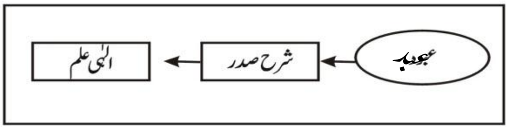

مربی اساتذہ کی خصوصیات کا ماڈل

عبودیت کا معنی

عبودیت لفظ (ع۔ب۔د) سے مشتق ہوا ہے جس کے لغوی معنی تفسیر مہر کے مطابق "اظہار تذلیل اور عبادت آخری مرتبہ ہے تذلیل کا"[10]۔ بقول قاموس القرآن کے "تذلیل تقدس کے ساتھ اور اطاعت"[11] ۔ پس، عبودیت کے لغوی معنی اظہار تذلیل اس طرح کرنا کے وہ اطاعت میں شمار ہو یعنی یہ اظہار افکار اور کردار دونوں سے ظاہر ہونا چاہیے۔

مادہ (ع۔ب۔د) قرآن الحکیم میں ۲۷۵ دفعہ استعمال ہوا ہے اور جس میں لفظ '(ع۔ب۔د) کے ۱۰ مشتقات ہیں جو ۱۹ جگہوں میں قرآن میں استعمال ہوا ہے جس میں سے لفظ "عَبْداً" چھ مرتبہ) (176:4)، (75:6)، (3:17)،(93:19)، (10:96)، (65:18) تکرار ہوا ہے۔اس تحقیق میں مولف نے لفظ "عَبْداً" پر تمرکز کیا ہے کیونکہ ہمارا موضوع مربی اساتذہ کی تربیت ہے ادبی زبان میں 'مفعولی حالت' میں ہے۔ لفظ "عَبْداً" کتاب الجدول فی اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ کے مطابق تین مختلف حالتوں میں مستعمل ہوا ہے:

۱۔ صفت کے طور پر دو دفعہ استعمال ہوا ہے جس میں "لِلّٰہ" (176:4) اور "مِنْ عِنْدِنا" (18:65) کا تعلق "عَبْداً" کی طرف کیا گیا ہے۔

۲۔ موصوف ذکر ہوا ہے تین دفعہ "مملوکا") 75: (16، "شَکُورا" 3) 17: (، "إِذا صَلّٰی" 96) 10:) کا۔

۳۔ حال کی صورت میں ایک دفعہ ذکر ہوا ہے "آتِی") 93:19) کے لئے۔

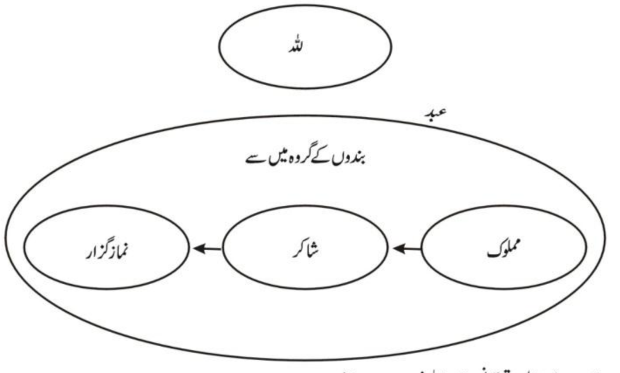

عبودیت کا ماڈل۔قرآنی واقعہ موسیٰ وخضر سے اخذ شدہ

قرآن میں عبودیت کی خصوصیات

عبودیت کی خصوصیات کو دیکھنے کے لئے لفظ "عَبۡدًا" کو قرآن میں نگاہ ڈالتے ہیں کہ کن لفظوں کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔قرآن میں لفظ "عَبۡدًا " کو تین جگہوں میں موصوف کی شکل میں ذکر کیا گیا ہے: مملوک، شاکر اور نماز گذار۔ان تینوں صفت قرار پائی ہیں "عَبۡدًا" کی۔

ا۔ مملوک

عبودیت کی پہلی خصوصیت ہے بندہ اپنے آپ کو مملوک سمجھے اور اپنے عمل کو اس کے مطابق استوار کرے۔ سورہ النحل: ۷۵ میں خداوند متعال فرماتا ہے "ضَرَبَ اللهُ مَثَلاً عَبۡدًا مَمۡلُوكًا لا يَقۡدِرُ عَلى شَيۡءٍ وَ مَنۡ رَزَقۡناهُ مِنَّا رِزۡقاً حَسَنا فَهُوَ يُنۡفِقُ مِنۡهُ سِرًّا وَ جَهۡرا" الله تعالی نے خود اس غلام مملوک کی مثال بیان کی جو کسی کا اختیار نہیں رکھتا ہے اور اس آزاد انسان کی مثال بیان کی ہے جسے ہم نے بہترین رزق عطا کیا ہے۔ مذکورہ آیت میں "عَبۡدًا" کا لفظ "مَمۡلُوكًا" کے ساتھ استعمال ہوا ہے جو صفت[12] بنتی ہے موصوف کی، یعنی "عَبۡدًا " کی۔

مملوک کے معنی

کیا مملوک کا معنی یہ ہیں کہ عبد کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا "لا يَقۡدِرُ عَلى شَيۡءٍ" یعنی مجبور ہوتا ہے؟ نہیں۔ بلکہ وہ اللہ کی معرفت کے بعد اپنا اختیار خود اپنی مرضی سے اللہ کو سپرد کردیتا ہے کیونکہ ان کو اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ اصل مالک وہی ہے باقی تمام مخلوقات سب کی سب مملوک ہیں۔جب اس نقطہ پر پہنچ جاتا ہے اپنی عقل سے تو مالک اس عبد کے ساتھ کیا کرتا ہے؟ مالک ان کو بہترین رزق دیتا ہے "وَمَنۡ رَزَقۡناهُ مِنَّا رِزۡقاً حَسَنا" جب وہ یہ بہترین رزق ان کو حاصل ہوتا ہے تو وہ اس کا کیا کرتے ہیں؟اس کو استعمال کرتے ہیں اللہ کی راہ میں

چھپ کر اور سامنے سے "فَهُوَيُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا" یہاں "ثم" کا الفاظ استعمال نہیں ہوا بلکہ "فاء" کا ہوا ہے یعنی جیسے ہی ملتا ہے ویسے ہی انفاق کر دیتے ہیں، بلا تاخیر۔ علامہ طباطبائیؒ تفسیر المیزان میں کہتے ہیں کہ بندی مملوک وہ ہوتا ہے جو کوئی کام بھی اپنی مرضی سے نہیں کرتا [13] یعنی اپنی مرضی کا مالک نہیں بنتا بلکہ کوئی اور اس کا مالک ہوتا ہے اور اس کا مملوک ہی بن کر زندگی گذارتا ہے۔

مملوک کا مالک کون ہے؟

پھر کون مالک ہوتا ہے "عَبْداً" کا؟ سورہ النساء ۱۷۶ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "عَبْداً" کو صرف متعلق قرار دیا ہے اللہ سبحان متعال سے۔

"لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْداً لِلَّه" مسیح نے کبھی بھی اللہ کی بندگی کو عار نہیں سمجھا (4: 176)

قرآن نے 'ملک' کو "مَلِكِ الناس" (2 :114) اور "مَلِكِ يومِ الدّين" (1:3) کے لئے استعمال کیا ہے یعنی فقط خدا ہے جو مالک ہے انسانوں کا اور روز قیامت کا۔ یہاں ایک بات واضح کرتے چلیں کہ صاحب اختیار نہ ہونے سے مراد جبر لازم نہیں آتا بلکہ تشریعی طور پر اپنی مرضی کو اللہ کے حوالے کر دینا ہے۔

احساس مملوک کا مربی اساتذہ پر اثر

اس احساس مملوک کا تعلیمی نظام میں بہت گہرہ اثر ہے۔ جب کسی مربی اساتذہ کے اندر یہ احساس مملوک پیدا ہوگا تو وہ شاگردوں کو اپنی ہر چیز مثلاً علم، وقت اور ہنر وغیرہ دینے کے لئے آمادہ ہوگا کیونکہ مملوک کی کوئی چیز اپنی نہیں رہی کیونکہ اس کی کوئی چیز اپنی ہے ہی نہیں کہ احساس ملکیت کرے۔ البتہ مربی اساتذہ کو اساتذہ کی ظرفیت اور مناسب وقت کو دیکھنا ضروری ہے۔ مجموعہ طور ہر مربی اساتذہ میں احساس مالکیت نہیں بلکہ احساس مملوکیت ہو جس سے اساتذہ بہرہ مند ہوں۔

۲۔ شاکر

دوسری خصوصیت قرآن نے بندگی کی بیان کی ہے وہ شاکر ہے ؛

"ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كانَ عَبْداً شَكُورا" ترجمہ : "یہ بنی اسرائیل ان کی اولاد ہیں جن کو ہم نے نوع کے ساتھ کشتی میں اٹھایا تھا جو ہمارے شکر گزار بندے تھے (17: 3)"۔

اس آیت میں حضرت نوحؑ کو اللہ کا بندہ اور شاکر کہہ کر پکارا گیا ہے اور پچھلی آیات کی طرح "عَبْداً" کو پہلے لایا گیا ہے پورے قرآن میں صیغہ "شَكُورا" صرف ایک صیغہ استعمال ہوا ہے۔ ہم کچھ صیغہ فاعل سے قرآنی حوالہ لے کر آئیں گے جہاں فاعل طور پر استعمال ہوا ہے۔ اس کی دو علتیں قابل توجہ ہیں ایک علم صرف کے اعتبار سے

اور دوسری تعلیم کے۔ پہلی علت یہ ہے کہ کیونکہ "شَکُورا" مادہ شکرایک فعل سے مشتق ہوا ہے جو بغیر فاعل کے معرض وجود میں نہیں آتا ہے اور دوسری علت تربیتی ہے یہ کہ عبودیت کی دوسری خصوصیت شاکر ہے جس کی وجہ سے ہم اسم فاعل[14] کو مورد تحقیق رکھا ہے۔

قرآن میں شاکر کے معنی

لفظ شاکر فاعل ہے س اور اس کے معنی ہیں شکر کرنے والا۔ قرآن مجید نے شاکر مختلف مشتاقات میں ذکر ہوا ہے:
ا۔ "شاکِرا" (4: 147)،(121:6)،(3:76) ، ۲۔ "شاکِرٌ" (158:02)، ۳۔ "شاکِرُون"(80:21)، ۴۔ "شاکِرِین" (17:7)۔

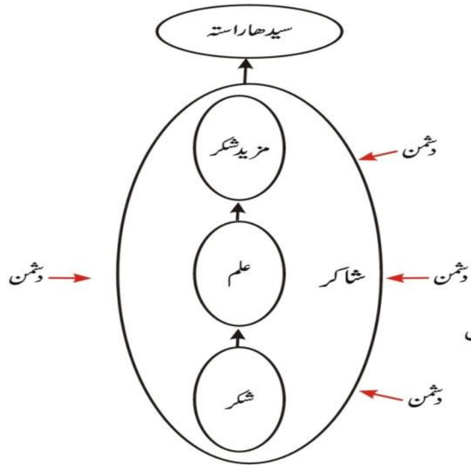

شاکر کی خصوصیت کا ماڈل

مذکورہ بالا شکر کا ماڈل نشاندہی کرتا ہے کہ شکر انسان میں ظرفیت پیدا کردیتا ہے جس کے نتیجہ میں اس کو علم عطا ہوتا ہے "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ "ترجمہ: "اگر تم ہمارا شکر ادا کروگے تو وہ ہم نعمتوں میں اضافہ کریں گے"۔ (147:4)"وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ۔۔۔ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُون ترجمہ: "اور ہم نے انہیں زرہ بنانے کی صنعت تعلیم دے دی تاکہ وہ تم کو جنگ کے خطرات سے محفوظ رکھ سکے کیا تم ہمارے شکر گزار بندے بنوگے۔ نعمت کے حصول کے بعد دوبارہ خدا کا شکر ضروری ہے" (80:21)، اسی وجہ سے شاکرین کو ہدایت حاصل ہوتی ہے سیدھے راستہ کی جانب "إِلى صِراطٍ مُسْتَقيم" (121:16)، پھر وہ شیطان کے چاروں طرف سے آنے والے شرور سے محفوظ ہوجاتے ہیں "ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ أَيْمانِهِمْ وَ عَنْ شَمائِلِهِمْ وَ لا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شاكِرِين" (17:7) ترجمہ: "لیکن جو شاکر نہیں ہوتے وہ مخالف گروہ کافروں کے گروہ میں شامل ہوجاتے ہیں"۔ "إِمَّا

شاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا" (3:76) ترجمہ: "یقیناً ہم نے اسے راستہ کی ہدایت دے دی چاہے وہ شکر گزار ہو جائے یا کفران نعمت کرنے والا ہو جائے"۔

شکر اور مربی اساتذہ

مربی اساتذہ کو ہمیشہ اپنی ظرفیت میں اضافی کی تگ و دو میں مصروف رہنا چاہیے اس کا بہترین طریقہ نعمتوں پر شکر ہے "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ" اگر اساتذہ صرف اللہ کی جانب شکر گذاری کریں تو کافی ہے اور ان کی ظرفیت میں اضافہ ہوگا؟ نہیں، یہ لوگوں کی جانب بھی ہے بلکہ سب سے زیادہ شکر گذار شخص وہ ہے جو بندوں کی نسبت شکر گذار ہو "اَشْكَرُ النّاسِ اَشْكَرُهُمْ لِلنّاسِ"[15]۔ اسی لئے ہم اس سے اخذ کر سکتے ہیں اساتذہ کی جانب حتی دوسرے مربی اساتذہ سے اگر مربی اساتذہ کسب علم کرے تو ان کا بھی شکریہ ادا کرے۔ کیونکہ بعض اوقات مربی اساتذہ دوسرے مربی اساتذہ سے حسد کا شکار ہو جاتا ہے یہ اس کی تنزلی کا آغاز ہوتا ہے۔ جی ہاں اگر انسان نعمتوں کا انکار کرے گا "وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ" ترجمہ: اگر کفران نعمت کروگے تو ہمارے عذاب بھی بہت سخت (7:14)۔

کیا زبانی شکر ادا کرنا کافی ہے؟ اس نعمت حق ادا کرنا بھی ضروری ہے "قَالَ عَلِيٌّ علیه السلام: اِنَّ لِلّٰهِ تَبارَكَ وَتَعالى فِي كُلِّ نِعْمَةٍ حَقّا فَمَنْ اَدّاهُ زادَهُ مِنْها، وَمَنْ قَصَّرَ عَنْهُ خاطَرَ بِزَوالِ نِعْمَتِهِ" ترجمہ: "امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالی ہر نعمت کا ایک حق رکھا ہے پس جو بھی اس نعمت کا حق ادا کرے، خداوند متعال اس کی نعمت میں اضافی کر دیتا ہے اور جو کوئی اس میں کوتاہی کرے اس نعمت میں کمی کر دیتا ہے"[16]۔ وہ نعمت کا حق اس کی مناسبت سے ہے جس کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں مثلا اپنی کتاب میں ان کا نام لے کر شکریہ ادا کرنا یا کلاس میں ان کی تعریف کرنا۔

جب انسان آگے بڑھتا ہے تو اس کے دشمنوں کا حملہ بھی زیادہ ہو جاتا ہے ہیں۔ شکر ظرفیت کے بڑھنے کے علاوہ انسان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھتی ہے چاہیے وہ شیاطین "لَآتِيَنَّهُمْ" (17:7) میں سے ہوں یا انسانوں "قالَ عَلیٌّ علیه السلام: اِذا قَدَرْتَ عَلى عَدُوِّكَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ عَنْهُ شُكْرا لِلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ"[17] میں سے۔ کیونکہ وہ شکر کی وجہ سے اپنے دشمنوں کو دوست بنالیتا ہے اور اگر نہ بھی بنائے تو ان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اندرونی دشمن یعنی تکبر اور غرور سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ شکر کی سب سے بری اور اہم علامت مالک کے سامنے سر جھکانا ہے نماز کی صورت میں۔

۳۔ نمازگذار

لفظ صلّی کا مادہ ص۔ل۔ل ہے اس کا مترادف صلّوۃ ہے جس کے معنی دعا کرنا و تعریف یا توصیف کرنا ہے۔[18]

قرآن میں صلّی کا معنی

عَبۡدًا کی تیسری خصوصیت قرآن کی نظر میں نماز گذار ہے۔ سورہ العلق کی آیات میں بیان ہوا ہے: أَرَءَيۡتَ الَّذِی یَنۡھٰی عَبۡدًا إِذَا صَلّیٰٓ(96: 9-10) ترجمہ؛ کیاآپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روکتا ہے۔ ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ یہاں بندہ کی ایک اور صفت کی طرف نشان دہی کی جارہی ہے کہ جب اللہ کا بندہ نماز پڑھتا تو اس کو روکتے ہیں۔ بندہ کی ظاہری علامتوں میں سے سب سے بڑی علامت نماز ہے کیونکہ نماز دین میں ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے "الصَّلاۃُ عَمودُ الدّینِ"[19]

دوسری آیت میں ارشاد ہوا ہے: "فَلا صَدَّقَ وَلا صَلَّی" (31:75) ترجمہ: اس نے نہ کلام خدا کی تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی۔ سورہ قیامت میں 'لا صدق' کے بعد لا صلی کا ذکر آیا ہے۔ یہاں کیونکہ 'صدق' ایک اندرونی کیفیت ہے پھر اس کے بعد 'صلی' کا مرحلہ آتا ہے جو ایک بیرونی حالت۔ علامہ طباطبائیؒ کے مطابق[20] نہ وہ اصول دین کو مانتا ہے نہ فروع دین کو۔ البتہ جو لوگ نماز پڑھتے ہیں وہ بھی سارے کامیاب نہیں ہیں حدیث[21] رسول ص میں ان کی چار اقسام ذکر ہوئی ہیں،

۱۔ **ویل**: جہنم کا سب سے نچلے مقام کا نام ہے "فَوَیۡلٌ لِلۡمُصَلّینَ اَلَّذینَ ھُمۡ عَنۡ صَلاتِھِمۡ ساھُونَ"،(107:5-4)۔

۲۔ **غی**: جہنم کے نچلے منازلوں میں سے ایک ہیں "فَخَلَفَ مِنۡ بَعۡدِھِمۡ خَلۡفٌ اَضاعُوا الصَّلوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَواتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیّا"(19: 59)۔

۳۔ **سقر**: جہنم کی نچلے ترین منازلوں میں سے ایک ہے: "ماسَلَکَکُمۡ فی سَقَرٍ قالُوا لَمۡ نَکُ مِنَ الۡمُصَلّینَ" (74:42)۔

۴۔ جب بھی نماز پڑھتے ہیں خشوع سے پڑھتے ہیں "قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُونَ اَلَّذینَ ھُمۡ فی صَلاتِھِمۡ خاشِعُون" (23: 2-1)۔

نماز انسان میں خشوع اور لے کر آتی ہیں کیونکہ یہی اس کی ظرفیت کو حفظ کرنے اور تکامل کا واحد راستہ ہے۔ ظرفیت اور استعداد میں بڑھنے میں سب سے اہم راستہ انسان کا یہی خشوع ہے وہ نماز کے زریعہ وجود میں آتی۔ البتہ مراد یہاں نماز کے چوتھی قسم ہے جو بالا ذکر کی گئی ہے کیونکہ پچھلی تین اقسام میں انسان 'صدق' کی منزل سے نہیں گذرے ہیں اسی لئے وہ نقصان اٹھاتے ہیں۔

نماز اور مربی اساتذہ

عام طور پر تعلیمی اداروں میں اس بات کی اہمیت پر زور نہیں دیا جاتا کیونکہ اس کو ایک انفرادی عمل سمجھا جاتا ہے اور اگر اجتماعی عمل سمجھا بھی جاتا ہے تو نماز کا تربیتی اثر بہت بعید ہے تعلیمی اداروں کے لئے۔ عبادت انسان کی

اندرونی ضرورت ہے جب اس کا اظہار درست طریقہ سے نہ ہو تو وہ لازمی ایسی جگہ اپنا ظہور کرے گی جہاں اسے نہیں کرنا چاہیے جیسے اپنے جیسے انسانوں کے سامنے تسلیم ہونا۔ نماز کے مختلف دراجات اور مراتب ہیں مربی اساتذہ کو چاہیے کہ وہ اس خصوصیت کو مسلسل بڑھاتے جائے۔ یعنی اپنی عبادات کو صرف اللہ کے لئے ادا کرے۔ جس کی وجہ سے کبھی غرور تکبر کا شکار نہیں ہوگا کیونکہ غرور انسان کو ذلت اور رسوائی کا سبب بنتی ہے۔ مربی اساتذہ وہی بن سکتا ہے جس میں عزت اور کرامت ہو جو اللہ کی خالص عبادت سے آتی ہے۔

تینوں خصوصیات کا آپس میں رابطہ

تینوں خصوصیات کا آپس میں علت و معلول کا رابطہ پایا ہے۔ مملوك اور شکر انسان کو ایک گروہ میں شامل کر سکتے ہیں کیونکہ یہ انسان کی احساس بندگی ہیں اور نماز دوسرے گروہ میں کیونکہ وہ علامت اور اظہار بندگی ہے۔ مملوك اور شکر جب انسان میں پیدا ہوتی ہے تو وہ نماز گذار بنتا ہے۔ پس، مملوك اور شکر علت بنتی ہے نماز گذاری کی۔ بہ الفاظ دیگر، نماز گذاری مملوك اور شکر گذاری کا نتیجہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے جب تک بندہ یہ احساس کرلے کہ وہ اپنے آپ کا مالک نہیں ہے "عَبْداً مَمْلُوکا" بلکہ اللہ تعالی ہے "عَبْداً لِلّٰه" (4:176) تو چاہیے گا کہ اس کا شکر ادا کرے "عَبْداً شَكُورا" (17:3) اور شکر ادا کرنے اور بندگی کی سب سے بری علامت نماز گذاری ہے "عَبْداًإِذا صَلّٰى" (96:10) جو خشوع کے ساتھ ادا کی جائے "فِی صَلاتِهِمْ خاشِعُون" (23:1-2)۔

نتیجہ

عبودیت مربی اساتذہ کی سب سے پہلی اور سب سے اہم خصوصیت ہے جو قرآن نے اس واقعہ موسی اور خضر ع میں متعارف کرائی ہے۔ عبودیت (یعنی مملوك، شاکر اور نماز گذاری) تمام دیگر خصوصیات کی علت ہے۔ اس کے۔ مربی اساتذہ میں عبودیت کی وجہ سے اساتید سے بن کہے رشتہ قائم کرلے گا۔ مربی اساتذہ اپنی دیانتداری سے جو بھی وہ عطا کر سکتا ہوگا اساتذہ کو عطا کرے گا بشرط ظرفیت اساتید "إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبرًا" (67:18)۔ اگر اساتذہ ان سے کوئی تلخ کلامی بھی کریں گے کسی کی بناپر تو شرح کی وجہ سے ان کو تحمل کرے گا اور جب کوئی اساتذہ ان کو مشورہ دے گا تو اس کا شکر ادا کرے گا اور اس کو تشویق کرے گا تاکہ مزید بہتری آسکے۔ کوئی تعریف سنے گا تو اس کی وجہ سے غرور پیدا نہیں ہوگا بلکہ اس کے خشوع میں اضافہ ہوگا۔ یہ وجہ بنے گی اس کے ظرفیت (یعنی شرح صدر) کے اضافہ میں۔

۲۔ شرح صدر

مولف مقالہ نے "رَحْمَةً" کو عام معنی میں استعمال کیا ہے کیونکہ مذکورہ آیت میں لفظ "رَحْمَةً" نکرہ استعمال ہوا ہے (یعنی عمومیت پائی جاتی ہے) جس کا مصداق میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں جو بالا ذکر ہوچکی ہیں۔ مذکورہ

تفاسیر کے علاوہ صاحب تفسیر نور اور تفسیر مہر "رَحۡمَۃً" سے مراد طولانی عمر یا وسیع استعداد اور شرح صدر[22] بھی ہے جس کی بناپر ہم نے اس آیت سے عمومی معنا یعنی شرح صدر میں استفادہ کر سکتے ہی۔ دوسری دلیل "شرح صدر" کو استعمال کرنے کی علت تعلیمی ہے "رَبِّ زِدۡنِي عِلۡمًا" (20: 114) ترجمہ؛اے رب خود مجھ میں اضافہ کر علم کے لئے، یعنی شرح صدر زمینہ ہموار کرتا ہے خاص تعلیم کے لئے۔اس بناپر ہم نے اس مقالہ میں لفظ 'شرح صدر' کے لفظ کو انتخاب کرکے تحقیق کو آگے بڑھائیں گے۔

لہٰذا مربی اساتذہ میں جو دوسری خصوصیت ہونی چاہیے وہ ہے شرح صدر "آتَيۡنَاهُ رَحۡمَةً مِنۡ عِنۡدِنَا" (18: 65)۔ بقول آیت اللہ مکارم شیرازی رح اور صاحب تفسیر مہر کے شرح صدر بھی ایک احتمال[23] ہے۔ دونوں تفاسیر میں درج ہوا ہے کہ یہاں "رحمة" سے مراد مقام نبوت یا طولانی عمر یا وسیع استعداد اور شرح صدر مراد لی گئی ہے[24] جب کہ علامہ طباطبائی کے مطابق اس سے مراد رحمت باطنی[25] ہے یعنی نبوت اور ولایت ہے۔

شرح صدر کا معنی

لفظ 'شرح' کے معنی گوشت اور اس طرح کی چیزوں کو کھولنے اور پھیلانے کے ہیں[26]۔ علامہ طباطبائی کے بقول اس کے معنی وسعت دینے اور کشادہ کرنے کے ہیں[27]۔ حسینی ہمدانی کہتے ہیں 'صدر' سے مراد روح اور نفسیات ہے جو انسان کی حقیقت ہے اور تمام اعضا و جوارح اس کے فرمان کے تحت ہوتے ہیں[28]۔ یعنی شرح صدر کے دو معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے ایک جسمانی ہے کہ سینہ کا آپریشن کیا جائے اور دوسرا معنی ایک نفسیات اور معنویت یعنی انسان کے وجود کی ظرفیت اور استعداد میں اضافہ[29]۔

شرح صدر قرآن کریم میں

صدر مادہ (ش۔ر۔ح) قرآن میں پانچ (6:125، 20:106، 20: 25، 39: 22، 94: 1) جگھوں میں استعال ہوا۔ قرآن کریم میں یہ مختلف موارد میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید میں شرح صدر کی دو اقسام ذکر کی گئی ہیں۔

1۔ اسلام کے لئے شرح صدر: دو آیات میں قرآن مجید نے شرح صدر کو اسلام سے مقید کیا گیاہے۔ایک جگہ ارشاد ہوا ہے: "فَمَنۡ يُرِدِ اللهُ أَنۡ يَهۡدِيَهُ يَشۡرَحۡ صَدۡرَهُ لِلۡإِسۡلامِ" (6: 125) پس خداوند عالم جیسے ہدایت دینا چاہتاہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کشادہ کردیتا ہے۔ایک دوسری آیت میں یہ امر بیان ہوا ہے کہ جب شرح صدر ہوگا تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا: أَفَمَنۡ شَرَحَ اللهُ صَدۡرَهُ لِلۡإِسۡلامِ فَهُوَعَلَى نُورٍ مِنۡ رَبِّه (39 :22) یعنی: "کیا وہ شخص جس کے دل کو خدا نے اسلام کے لئے کشادہ کردیا ہے تو وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نورانیت کا حامل ہے گمراہوں جیسا ہو سکتا ہے۔" علامہ طباطبائی یہاں فرماتے ہیں کہ شرح صدر اسلام کے لئے ہے اسلام کے مراد خدا

کے سامنے تسلیم ہونا اور جو کچھ بھی اس کا ارادہ ہو اور وہ حق کے علاوہ کوئی ارادہ نہیں کرتا اس کے نتیجہ میں اسلام کے لئے شرح صدر کا معنی یہ ہوگا کہ انسان اپنے آپ کو ایسا بنالے کہ ہر حق بات کو قبول کرے اور اس کو کبھی بھی ردنہ کرے۔[30]

2۔ کفر کے لئے شرح صدر : قرآن مجید نے اسلام کے مقابلہ میں کفر کا شرح بیان کیا ہے جس کے معنی یہ ہے کہ انسان اپنی رضایت اور رغبت سے اپنے دل کے دروازے کفر کے لئے کھول دے۔31 اس لئے اللہ تعالی قرآن میں ارشاد فرماتا ہے : "مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْراً فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللهِ وَ لَهُمْ عَذابٌ عَظيم" (16 :106) صاحب تفسیر المیزان فرماتے ہیں کہ جو کفر کے لئے اپنے دل کو کشادہ کردیتا ہے تو اس کو کفر سے لذت اور خوشی حاصل کرنا شروع ہوجاتی ہے۔[32]

3۔ شرح صدر خدا کے ہاتھ میں ہے: اب یہاں ایک سوال ہے شرح صدر کون دے گا یعنی یہ کس کے ہاتھ میں ہے؟ اس کا جواب کے لئے سورہ الکھف کی آیت ۶۵ کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں۔ بمطابق صاحب تفسیر المیزان اس آیت میں رحمۃ کو "من عندنا" کی قید کے ساتھ استعمال کیا ہے [33]یعنی یہ شرح صدر خدا کی جانب سے.براہ راست عطا ہوتا ہے۔ دوسری دلیل سورہ طہ آیت ۱۱۴ میں ذکر ہوئی ہے کہ شرح صدر کے لئے خدا سے دعا مانگی گئی ہے "قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي" (20 : 25)۔ پس، اس سے ہم نتیجہ لے سکتے ہیں ہمیں "شرح صدر" خدا سے طلب کرنا چاہیے۔

4۔ شرح صدر اور مربی اساتذہ: شرح صدر مربی اساتذہ کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ مربی اساتذہ کے لئے اس کے کئی فوائد ہیں :

۱۔ کسب علم: شرح صدر علم کو حاصل کرنے کے لئے زینہ بناتا ہے "رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا" (20114:)۔

۲۔ صبر و استقامت: اساتذہ کے ایک کے بعد ایک سوالات سے اور اصول کی پابندی دل برداشتہ نہیں ہوتا بلکہ اس کو مہلت دیتا ہے جیسے حضر ؑ نے ۲ بار مہلت دی اور تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھا "قَالَ هَاذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَ بَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَالَمْ تَسْتَطِع عَّلَيْهِ صَبرًا" (18: 78)۔

۳۔ عفو و درگذر: حضرت موسیٰ ؑ نے درخواست کی اصولوں کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے میرا مواخذہ مت کیجئے جس کی بنا پر جناب خضر نے تعلیمی سلسلہ منقطع نہیں کیا "قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَ لَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا" (18: 73)۔

۴۔ تعلیمی سلسلہ منقطع ہونے بعد بھی اساتذہ کے حل مشکلات: سورہ کہف کی اس آیت میں خضر ع نے سارے ابہامات کو دور کیا "سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ ما لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا" (18: 78) حتی تعلیمی سلسلہ منقطع ہونے کے بعد "قالَ هذا فِراقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ" (18: 78)۔

۵۔امور زندگی میں آسانی: موسیٰ ع نے شرح صدر کے بعد اپنے امور میں آسانی کی دعا مانگی تھی "قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَ يَسِّرْ لِي أَمْرِي" (:26-2025) ؛ ترجمہ؛ موسی نے عرض کی پروردگار میرا سینہ کشادہ کر دے۔ مربی اساتذہ کی زندگی چاہے وہ کلاس کے دن ہوں، امتحانات کے دن ہوں بہت سخت ہو جاتی ہے اور اس وجہ سے اس کی معاشرتی زندگی میں تناو بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

۶۔زبان میں قوت: مرحوم علامہ طباطبائی رہ کے مطابق [34]"عُقْدَةً" سے مراد "يَفْقَهُوا قَوْلِي" ہے کیونکہ 'عقد' نکرہ نہیں آیا ہے بلکہ معین ہوا ہے "يَفْقَهُوا قَوْلِي" کی جانب۔ "وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي، يَفْقَهُوا قَوْلِي" (20: 28-27) ؛ ترجمہ: "اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے، کہ یہ لوگ میری بات سمجھیں۔" سب سے اہم صلاحیت مربی اساتذہ کی قوت بیان ہے چاہیے وہ جتنا بھی تعلیم یافتہ ہوا گر وہ قوت بیان نہیں رکھتا تو وہ مطالب اساتید تک کیسے درست منتقل کر سکے گا۔

۳۔خاص علم[35]

مربی اساتذہ کی تیسری صفت قرار پاتی ہے

"عَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا" (18: 65) اپنی خاص علم میں سے ایک خاص علم کی تعلیم دی تھی۔

لَّدُنَّا عِلْمًا کا معنی

لفظ کا مادہ ل۔د۔ن سے نکلتا ہے۔ یہ مادہ قرآن الحکیم میں ۱۸ مرتبہ الفاظ کی مختلف صورتوں (اشتقاقات) استعمال ہوا ہے۔ اور ۶ جگہوں میں "لَّدُنَّا" کی شکل میں ذکر ہوا ہے۔

لغت کے ماہرین کی نگاہ میں لفظ علم کے معنی ہیں 'چیزوں کی حقیقت کو ادراک کرنا' [36]۔ قاموس قرآن کے نزدیک علم کے معنی 'جاننا اور دانش' کے ہے [37]۔

قرآن کی نگاہ میں خاص علم

لفظ "عِلْمًا" کا مادہ [38] ع-ل-م سے نکلا ہے۔ یہ مادہ قرآن میں مختلف شکلوں (اشتقاقات) میں ۸۵۴ مرتبہ ذکر ہوا ہے اور "عِلْمًا" کی صورت میں ۱۴ مرتبہ 80 :6)، 89 :7؛ 22 :12، 65 :18، 98 :20، 110 :20، 20:114، 21: 74، 21: 79، 27: 15، 27: 74، 28:14، 40 :7، 65: 12) استعمال ہوا ہے۔

اس طرح قرآن مختلف انداز سے کسب علم کی دعوت دیتا ہے۔قرآن کا علم کے موضوع پر کثرت سے ذکر کرنا اس کی ایک خاص اہمیت کی طرف نشان دہی کرتا ہے لیکں کیونکہ ہمارا موضوع خاص علم کی جانب ہے تو ہم اسی پر اکتفا کریں گے۔

مربی اساتذہ کا علم خدا سے حصول ہو "عَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا" (18: 65)۔علامہ طباطبائی رح کے بقول "لَّدُنَّا عِلْمًا" سے مراد تاویل حوادث [39] اور بقول صاحب تفسیر احسن باطن قضیہ [40] کا علم ہے اور "مِن لَّدُنَّا" اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ علم کوئی معمولی علم نہیں بلکہ از جانب خدا ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ علم کیسے حاصل ہوگا؟آیت کے آغاز میں اس کا جواب ہے "عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا" یعنی خاص علم خدا کی بندگی کے نتیجہ میں ملتا ہے [41]۔بندگی خدا دانش الٰھی کے لئے علت ہے۔لحاظہ، یہ علم اکتسابی یا تجربہ سے حاصل نہیں ہوگا حتیٰ یہ علم اس زمانہ کی آسمانی کتاب تورات میں بھی موجود نہیں تھا۔

خاص علم اور مربی اساتذہ

اساتذہ نے مربی اساتذہ کی جس علم کی خواہش کی وہ ہے وہ ایک خاص علم "لَّدُنَّا عِلْمًا" ہے کیونکہ اساتذہ اپنے علم میں تو مہارت رکھتے ہے لحاظہ ان کو اس علم کی ضرورت ہے جو تاویل حوادث کرتا ہو یعنی واقعات کے رونما ہونے کے پیچھے راز کو بیان کر سکتا ہو۔اساتذہ اپنی معمول کی تعلیمی زندگی میں اتنا مشغول ہو جاتے ہیں کہ وہ تاویل حوادث پر نگاہ ہی نہیں دے پاتے ہیں۔

اس کی بنا پر مربی اساتذہ کے لئے مندرجہ زیل نقات نکال سکتے ہیں:

۱۔ مربی اساتذہ ان علوم کی طرف متوجہ ہو جو اساتذہ حس کے زریعہ حاصل نہیں کر سکتے ہوں یا جن کو باآسانی حاصل نہ کر سکتے ہو کیونکہ اساتذہ مربی اساتذہ کے پاس اسی خاص علم کے لئے آتا ہے۔

۲۔ دوسرا نقطہ یہ ہے کہ مربی اساتذہ کو خاص روش پر لازمی مہارت ہونی چاہیے۔کیونکہ خاص علم ایک مخصوص طریقہ کار یا روش کے زریعہ ہی منتقل ہو سکتا ہے۔

نتیجہ بحث

مربی اساتذہ کی خصوصیات ہر فلسفہ کے تحت مختلف پایا جاتا ہے۔مربی اساتذہ کی خصوصیت کا تعیین اس وقت ہوگا جو کام اس کے ذمہ ہوگا۔ جدیدیت کی نظر میں ایک مربی اساتذہ کا بنیادی کام اساتذہ کو حقائق تک پہنچنا تھا لیکن صرف سائنس یعنی حسی علوم کے ذریعہ جب کہ نظریہ مابعد جدیدیت حقائق کے سرے سے وجود کے انکار کرنے کی بنا پر مربی اساتذہ کے کام کی نوعیت بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔مابعد جدیدیت کے نظریہ کے تحت مربی اساتذہ صرف اساتذہ کو مددگار کے عنوان کے تحت ہوگا کیونکہ حقائق انسان خود بناتا ہے اسی بنا پر مربی اساتذہ ان

کی حقائق کو تخلیق دینے میں ایک معاون کے طور پر ساتھ ہوگا۔ نتیجتا، جب وہ مربی اساتذہ کی خصوصیات بھی اسی ضرورت کو دیکھتے ہوئے کرتے ہیں۔

اسلام کا نقطہ نگاہ اس سے مختلف ہے۔ قرآن مجید موسیٰ اور خضرؑ کے واقعہ میں مربی اساتذہ کے تین خصوصیات بیان فرماتا ہے: عبودیت، شرح صدر اور خاص علم۔ یعنی مربی اساتذہ کے مقام تک پہنچنے کے لئے عبودیت سے ہو کر ہی ممکن ہے۔ عبودیت کے ماڈل میں عبد کی تین صفات کا ذکر ہوا ہے مملوک، شاکر اور نماز گزار۔ پہلی دو صفات اندرونی ہے اور بقیہ بیرونی۔ مملوکیت کی کیفیت ایجاد ہوتی ہے تو شکر گزار بنتا ہے اور جب وہ شکر ادا کرنا چاہتا ہے تو نماز کو اپنی تمام خشوع و خضوع سے انجام لاتا ہے۔ دوسری خصوصیت جو عبودیت کے نتیجہ میں وجود میں آتی ہے وہ شرح صدر ہے۔ اب وہ اس قابل بن جاتا ہے کہ اس کی ظرفیت کو کشادہ کیا جائے تاکہ تیسری خصوصیت یعنی خاص علم کے نور حامل ہوسکے۔ یہ خصوصیات مربی اساتذہ کو خود کائنات کے حقائق سے بھی متعارف کراتی ہیں اور اللہ، اساتذہ اور دیگر مربی اساتذہ کے درمیان باہمی رشتہ کی مضبوطی میں انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

مربی اساتذہ عبودیت کی پہلی صفت کے ذریعہ اساتید کی ظرفیت کو نظر میں رکھ کر اس کی عنایت کرتا ہے وہ اپنی علمی خزانوں کو پوشیدہ نہیں رکھتا بلکہ اساتید کے لئے عیاں کردیتا ہے۔ دوسری صفت شاکر ہونے کی وجہ وہ اپنے دشمنوں سے محفوظ رہتا ہے چاہیے اندرونی ہو چاہیے بیرونی۔ اس کا روابط مالک سے اور بندوں سے بہتر ہو جاتے ہیں۔ مربی اساتذہ حتی دوسرے مربی اساتذہ یا اساتذہ سے اگر کوئی بات سیکھتا ہے تو اسکا بھی حق ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نماز گزاری کی تیسری صفت مربی اساتذہ کو تکبر اور غرور سے بچاتی ہے جو اللہ اور بندوں کے سامنے ذلت سے بچاتی ہے۔ اگر وہ کوئی بات نہیں جانتا تو اپنی عاجزی کا اظہار کردیتا ہے۔ جس سے اساتذہ کے نزدیک اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کی بناپر تعلیمی رابطہ بین مربی اساتذہ اور اساتذہ مضبوط ہوتا ہے۔

عبودیت کے نتیجہ میں شرح صدر جیسی خصوصیت مربی اساتذہ کو حاصل ہوتی ہے۔ شرح صدر ایک طرف تو مربی اساتذہ میں قوت اور برداشت بڑھاتی ہے تاکہ تلخ باتوں کو تعلیمی اور غیر تعلیمی ماحول میں اور دوسری طرف وہ اس میں ظرفیت بھی پیدا کرتی ہے تاکہ بلاواسطہ کسب علم کرسکے اللہ سے۔ اساتذہ کے پے درپے سوالات کا جواب دینے کی قوت اور کبھی کبھار غیر ضروری سوالات پر صبر بھی عطا کرتی ہے۔ ایسے سوالات کے بعد تعلیمی سلسلہ کو آگے بڑھانے اور ان کو مزید مواقع دینے میں اہم کردار کرتی ہے۔ جن مربی اساتذہ شرح صدر کی خصوصیت نہیں ہوتی وہ صرف وہ تعلیمی عمل کو جاری نہیں رکھ سکتے بلکہ بعض اوقات اساتذہ میں نفسیاتی مشکلات پیدا کردیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا دھتکارنا اساتذہ میں احساس کمتری پیدا کرتی ہے۔ پس، تعلیمی عمل شرح صدر کی بدولت پیشرفت کرتا ہے۔

شرح صدر خاص علم کے لئے زمینہ ہموار کرتا ہے۔ خاص علم وہ علم ہے جو بلاواسطہ خدا سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ علم اللہ کے سامنے تسلیم ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔ جتنا تسلیم ہوگا اتنا شرح صدر میں اضافہ ہوگا اور جتنا شرح صدر

میں افزایش ہوگی اتنا خاص علم کے لئے زمینہ ہموار ہوگا۔ مربی کو اس علم کی تک و دو میں رہنا چاہیے کیونکہ اساتذہ کو اس علم کی تعلیم دے جس سے وہ بہرہ نہ ہوئے ہوں یا جن میں ان کی عقل کی نشو نما ہو تاکہ وہ اس قابل بن سکے کہ طالب علموں کی بہتر طریقہ سے تربیت کرسکے۔

*****

References

1. Nasir, Makarem Shirazi, *Tafsir Namona*, Vol. 10 (Tehran, Dar al-Kutub al-Islamiya, 1371 SH/1993), 319.

ناصر، مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ج10 (تہران، دار الکتب الاسلامیہ، 1371/1993ھ ش)، 319۔

2. Ali Akbar, Qureshi Banabi, *Qamoos Qur'an*, Vol- 2 (Tehran, Dar al-Kitab al-Islamiya, 1371 SH/1991), 158.

علی اکبر، قرشی بنابی، قاموس قرآن، ج2 (تہران، دار الکتاب الاسلامیہ، 1371ش/1991)، 158۔

3. Muhammad Hussain, Tabataba'i, *Tarjma Tafsir al-Mizan*, Mutrajam; Muhammad Baqir, Mousavi, Vol. 12 (Qum, Jamia Madraseen Hoza Ilmiya Qum, Daftar Entaashrat Islami, 1374 SH), 56.

محمد حسین، طباطبائی، ترجمہ تفسیر المیزان، مترجم؛ محمد باقر، موسوی، ج12 (قم، جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1374ش)، 56۔

4. Syed Hussain Hussaini Fatima Jafar Abadi, *Nakat Tarbeti Dastan Musa wa Khizer a.s in the Qur'an and hadiths*, Qur'anic Kausar, Nimr 51 (nc., Sciences of the Qur'an and Hadith, 2014), 82 to 95.

سید حسین حسینی فاطمہ جعفر آبادی، نکات تربیتی داستان موسی وخضرؑ در قرآن وروایات، قرآنی کوثر، نمر51 (شہر ندارد، علوم قرآن وحدیث، 2014)، 82 سے 95۔

5. Laila Amini Lari, *Ramz Gashaii az Majeri Khazer wa Musa Alihumaslam* (Sheraz, Alom Ijtami wa Insani Danshga, 2005), np.

لیلہ امینی لاری، رمز گشایی از ماجرای خضر و موسی علیہما السلام (شیراز، علوم اجتماعی وانسانی دانشگاہ، 2005)، صفحہ ندارد۔

6. Dr. Majeed Falahpour, *Ahdaab o Taleem dar Dastan Musa wa Khizer (a.s)*, Nasheria Majala Alom Insani, Bahman wa Asfand, Vol.: no, Issue: 73, (1387): np.

دکتر مجید فلاح پور، آداب تعلیم وتعلم در داستان موسی وخضر (ع)، نشریہ مجلّہ علوم انسانی، بہمن واسفند، جلد: ندارد، شمارہ: 73، (1387): صفحہ ندارد۔

7. Nusrat Begum, Amin, *Tafsir Makhzan al-Irfan Dar Alom Qur'an*, Vol. 8, 60.

نصرت بیگم، امین، تفسیر مخزن العرفان در علوم قرآن، ج8، 60۔

8. Makarem Shirazi, *Tafsir Namona*, Vol. 12, 486.

مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ج12، 486۔

9. Muhammad Ali, Razai Isfahani, *Tafsir Qur'an Mehr*, Vol. 12 (Qum, Pasroashahai Tafsir wa Alom Qur'ani, 1387 SH/2007), 260.

محمد علی، رضائی اصفہانی، تفسیر قرآن مہر، ج12 (قم، پژوھش ھای تفسیر وعلوم قرآنی، 1387ھ ش/2007)، 260۔

10. Hussain bin Muhammad, Raghib Isfahani, *Mufardat al-Faz al-Qur'an* (Beirut, Dar al-Shamiya, 1412 AH), 54.

حسین بن محمد، راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن (بیروت، دار الشامیہ، 1412ھ)، 54۔

11. Ali Akbar, Qureshi Banabi, *Qamoos Qur'an*, Vol- 4, 279.

علی اکبر، قرشی بنابی، قاموس قرآن، ج4، 279۔

12. Mahmood Safi, *Al-Jadaol fi Iarab al-Qur'an wa Sarfa wa Bayana mah Fawaid Nahita Hata*, Vol. 14 (Damascus, Dar al-Rashid, dn.), 358.

محمود صافی، الجدول فی إعراب القرآن وصرفہ وبیانہ مع فوائد نحویۃ ہامۃ، ج14 (دمشق، دار الرشید، سن ندارد)، 358۔

13. Tabataba'i, *Tarjma Tafsir al-Mizan*, 433.

محمد حسین، طباطبائی، ترجمہ تفسیر المیزان، 433۔

14۔ اردو میں اُس اسم کو کہتے ہیں جو فاعل یعنی کام کرنے والے کو ظاہر کرے اور کسی کا اصل نام نہ ہو۔

15. Hashim, Salehi, *Nahj al-Fasahah*, Hadith: #, 312.

ہاشم، صالحہ، نہج الفصاحہ، حدیث: 312۔

16. Allama Baqir, al-Majlisi, *Bihar al-Anwar*, Vol. 71 (Bairut, Dar al-Ahiya al-Trath al-Arabi, 1403 AH), 53.

علامہ باقر، مجلسی، بحار الانوار، ج71 (بیروت، دار الاحیاء التراث العربی، 1403ق)، 53۔

17. Allama Al-Syed Al-Sharif Al-Razi, *Nahj al-Balagha*, Mutrajam: Allama Mufti Jafar Hussain, (Lahore, Al-Maraj Company, 2016), Hikmat 11.

علامہ السید الشریف الرضی، نہج البلاغہ، مترجم: علامہ مفتی جعفر حسین، (لاہور، المعراج کمپنی، 2016)، حکمت 11۔

18. Raghib Isfahani, *Mufardat al-Faz al-Qur'an*, 490.

راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، 490۔

19. Ahmad bin Muhammad bin Khalid, al-Birqi, *Al-Mahasan* (Tehran, Dar al-Kitab Islamia, 1371 SH/1993), 1/116/117.

احمد بن محمد بن خالد، برقی، المحاسن (تہران، دار الکتاب اسلامیہ، 1371ھ ش/1993)، 1/ 116/ 117۔

20. Muhammad Hussain, Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 20 (Beirut, Al-Alami Lilmubahowaat, 2011/1390 SH), 114.

محمد حسین، طباطبائی،المیزان فی تفسیر القرآن، ج20(بیروت، موسسہ الاعلمی للمطبوعات،1390ھ/2011)،114۔

21. Al-Maawaz al-Ahdadyah, Chap. IV, 122.

المواعظ العددیہ، باب چہارم،122۔

22. Mohsen Qaraati, *Tafsir Noor*, Vol. 5 (Tehran, Markaz Farangi Drsahai az Qur'an, dn.), 199; Razaei Esfahani, Tafsir Qur'an Maher, Vol.12, 261.

محسن قرآئتی، تفسیر نور، ج5 (تہران، مرکز فرہنگی درسہایی از قرآن، سن ندارد)، 199؛ رضائی اصفہانی، تفسیر قرآن مہر، ج12، 261۔

23. Razaei Esfahani, *Tafsir Qur'an Maher*, 261; Makarem Shirazi, *Tafsir Namona*, 486.

رضائی اصفہانی، تفسیر قرآن مہر، 261؛ مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، 486۔

24. Razaei Esfahani, *Tafsir Qur'an Maher*, 261

رضائی اصفہانی، تفسیر قرآن مہر، 261۔

25. Muhammad Hussain, Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 13, 474.

محمد حسین، طباطبائی، ترجمہ تفسیر المیزان، ج13، 474۔

26. Raghib Isfahani, *Mufardat al-Faz al-Qur'an*, 25.

راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، 25۔

27. Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 12, 353.

طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج12، 353۔

28. Hussain, Hussaini Hamdani, *Anwar Derakhshan* (Tehran, Kitabroshi Lutfi, 1404 AH), 151-152.

محمد حسین، حسینی ہمدانی، انوار درخشان (تہران، کتاب فروشی لطفی، 1404ھ)، 151-152۔

29. Farzand Wahi, Maleeha Qasmi Nesad, *Sharh Sadr arzidgah Qur'an*, Pzhohish Nama Daneshgah Qur'ani, Faslnama Afaq Din, Year 2, Number 8, 108.

فرزند وحی، ملیحہ قاسمی نژاد، شرح صدر از دیدگاہ قرآن، پژوہش نامہ دانشگاہ قرآنی، فصلنامہ آفاق دین، سال 2، نمبر8، 108۔

30. Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 17, 255.

طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج17، 255۔

31. Maleeha Qasmi Nesad, *Sharh Sadr arzidgah Qur'an*, 112.

ملیحہ قاسمی نژاد، شرح صدر از دیدگاہ قرآن، 112۔

32. Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 12, 509.

طباطبائی، *ترجمہ تفسیر المیزان*، ج12، 509۔

33. Ibid, Vol. 13, 474.

ایضاً، ج13، 474۔

34. Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 14, 146.

طباطبائی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج14، 146۔

35- اردو میں اسے علم لدنی بھی کہتے ہیں لیکن مولف نے علم لدنی کو مربی اساتذہ کو مد نظر رکھتے ہوئے مترجم ذیشان حیدر جوادی کے لفظ سے ہی استفادہ کیا ہے۔

36. Raghib Isfahani, *Mufradat Al-faaz al-Qur'an*, 580.

راغب اصفہانی، *مفردات الفاظ القرآن*، 580۔

37. Qureshi Banabi, *Qamoos Qur'an*, Vol- 5, 32.

قرشی بنابی، *قاموس قرآن*، ج5، 32۔

38- عربی زبان کی قسم اشتاقی ہے۔

39. Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 13, 509.

طباطبائی، *ترجمہ تفسیر المیزان*، ج12، 474۔

40. Ali Akbar, Qurashi Banabi, *Tafsir Ahsan al-Hadith*, Vol. 6 (Tehran, Bunyad Basat, Markaz Chaap wa Nasher, 1375 SH/1997), 250.

علی اکبر، قرشی بنابی، *تفسیر احسن الحدیث*، ج6 (تہران، بنیاد بعثت، مرکز چاپ و نشر، 1375ش/1997)، 250۔

41. Ibid, Vol. 6, 250.

ایضاً، ج6، 250۔